تفسیر احمد

سُورَةُ الإِنْشِقَاق

جزء - 30

سوره «الانشقاق» کا تفسیر و ترجمه

تصنیف: امین الدین « سعیدي - سعید افغانی»

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة الانشقاق

پاره (30)

یه سورت مکه میں نازل هوئی هے اسکی پچیس "25" آیتیں هیں

وجه تسمیه:

"انشقاق"مصدر ہے، یہ پھاڑنے کا معنی دیتا ہے،اس میں آسمان کو پھاڑنے کے بارے میں بحث کی گئی ہے، اس سورت کا نام "انشقاق" " اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ"سے لیا گیا ہے، ایک ایسا واقعہ جو بذات خود دنیا کی تباہی اور قیامت کے دن بڑے پیمانے پر خوف و ہراس کی علامت ہے۔

سورۃالانشقاق کی آیات، حروف اور الفاظ کی تعداد:

سورۂ "الانشقاق"سورۃالانفطار کے بعد نازل ہوئی ہے، اور مکی سورتوں میں سے ہے، اس کاایک(1)رکوع،پچیس(25)آیتیں،ایک سو آٹھ(108)الفاظ، چارسواڑتالیس(448) حروف، اور دو سو نو(209) نقطے ہیں۔

واضح رہے کہ قرآن کی سورتوں میں حروف کی تعداد میں علماءکی آرا ء مختلف ہیں،(اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سوره الطور ملاحظہ کریں)۔

سورۃالانشقاق کا ربط و مناسبت ماقبل سورتوں سے:

چونکہ سوره انشقاق مکی سورتوں میں سے ایک ہے چنانچہ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی قیامت کے دن دل دہلا دینے والے مناظر، اور اسلامی عقیده کے اصولوں سے بحث کی گئی ہے۔

سورة الانشقاق کا ربط و مناسبت سوره مطففین، انفطار اور تکویر سے یہ ہے کہ : اس میں بھی قیامت کے دن کے، خوش نصیبوں اور بد نصیبوں کی حالت پر بحث کی گئی ہے۔

یادداشت:

سورۂ انشقاق کی آیات (20 اور 21)میں سجدۂ تلاوت ہے، سجدۂ تلاوت کے تفصیلی احکام کے لیے اس تفسیر میں سورۃالنجم کا مطالعہ فرمائیں۔

سورة الانشقاق کا تعارف:

یہ سورت قرآن کریم کے آخری پارے کی اکثر سورتوں کی طرح قیامت کے دن کے موضوعات سے متعلق بحث کرتی ہے، سوره کے شروع میں دنیا کے آخر میں ہولناک اور دل دہلا دینے والے واقعات اور قیامت کے آغاز کے بارے میں اشارے اور تنبیہات ہیں، اور اگلے مرحلے میں قیامت کا حال، نیکوں اور بدکاروں کے اعمال اور ان کے انجام کا بیان ہوا ہے،جبکہ تیسرے

مرحلے میں ان اعمال اور عقائد کا ایک حصہ بیان ہوا ہے جو عذاب الٰہی کا سبب بنتے ہیں۔

چوتھے مرحلے میں بعض قَسَمُوں کا ذکر کرنے کے بعد دنیا اور آخرت میں انسانی زندگی کے مراحل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور آخرت میں

پانچویں مرحلے میں اچھے اور برے اعمال اور ان کی سزا و جزا کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

سورہ کے شروع میں آسمان کے چیر پھاڑنے کا واقعہ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی کے طور پر بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد زمین کا برابر ہونا اور جو کچھ اس کے سینے میں ہے اس کا باہر آنا، انسان کا بیدار ہونا، اور اس کا خدا کی طرف جانا اور اعمال نامے کی تقسیم کے طریقہ کار پر بحث کی گئی ہے۔

جیسا کہ ہم قرآن کریم میں پڑھتے ہیں: کہ قیامت آنے والی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، اور اللہ تعالٰی تمام لوگوں کو جو قبروں میں ہیں زندہ کرے گا(سورہ حج:7)

قرآن کریم میں ہے کہ :"اور اس دن (اعمال کا) تلنا برحق ہے تو جن لوگوں کے (عملوں کے)وزن بھاری ہونگے تو وہ نجات پانے والے ہیں"

"اور جن لوگوں کے وزن ہلکے ہونگے تو یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنےتیئں خسارے میں ڈالا اس لیے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے "

ہمارے پروردگار اس حساب و محاسبہ کے دن کے متعلق فرماتے ہیں :لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت)نزدیک آپہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے)منہ پھیر رہے ہیں۔ (الانبیاء)

اسی طرح اعمال نامے کی تقسیم کے متعلق فرماتے ہیں :(وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْۙ ۱۰۝)

ترجمہ:"اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے"(سورۂ تکویر)

قرآنی فرمان کے مطابق قیامت کے دن جب نامہ اعمال موصول ہوں گے تو لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے:"پہلا وہ گروہ جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، دوسرا وہ گروہ جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

پہلا گروہ خوش اور آسان حساب و کتاب والا اور جنت سے ان کا تعلق ہے، جبکہ دوسرا گروہ جہنمی ہوگا،(اس موضوع پر آیات" 7 تا 12 "میں بحث کی گئی ہے)

پُل صراط وہ پُل ہے جسے جہنم کے اوپر بچھایا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کے تمام بندے اسے عبور کریں گے، تاکہ جو جنتی ہیں جنت میں داخل ہوں،

جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں:اور تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اسے اس پر گزرنا ہوگا، یہ تمھارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

سورۃ الانشقاق کی فضیلت:

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے فرماتے ہیں : ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "اِذَا السَّمَآۗءُانْشَقَّتْ " اور " اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" کی تلاوت کے موقع پر سجدہ کرتے تھے۔

لغوی تحقیق

لغات اور اصطلاحات کی تشریح :

"انْشَقَّتْ"چیرگیا، پھٹ گیا، پھاڑنا (ملاحظہ کریں:حاقہ آیت:16 اور انفطار آیت:1)

"أذنت" اس نے سنا، حکم دیا، اطاعت کی۔

"حُقَّتْ"اس کو یہی لائق ہے، اس پر لازم ہے کہ مطیع و فرمانبردار ہو۔

"مُدَّ تْ" کھینچا گیا اور پھیلا یا گیا، اس کا مقصد دو چیزیں ہیں:

1 - نشیبی اور بلندیوں کا ختم ہونا، اور زمین کا چٹیل، کشادہ اور برابر ہونا۔

2 - زمین کا کشادہ اور فراخ ہونا، تاکہ پہلی اور آخری مخلوقات کے لیے گنجائش پیدا کرے۔

"ألقت" پھینک دیا، باہر پھینکا۔

"تخلَّتْ"(خلوّ) خالی ہوا۔

"كَادحٌ"سخت محنت کرنے والا۔

"كَدْحاً" کام میں جدوجہد کرنا مشقت اور تکلیف کے ساتھ اتنی محنت کہ جسم اور جان میں اس کا اثر پیدا ہوجائے۔

"فَمُلٰقِيْهِ"اپنے رب تک پہنچو گے، اور اپنی کوشش کا بدلہ پالے گا۔

ضمیر"هِ"ربّ یا كدْحُ کی طرف راجع ہے۔

"فَسَوْفَ يُحَاسَبُ"حساب اور عملدرآمدکیا جائےگا۔

"اِلٰٓى اَہْلِہٖ" اپنی بیوی بچے اور اقارب کے پاس۔

"وَرَاۗءَ ظَہْرِہٖ"پیٹھ پیچھے، کافر اور گنہگار لوگ اپنے اعمال نامے پیٹھ پیچھے اور بائیں ہاتھ سے وصول کریں گے،اس طرح کا عمل ان کے اس منحوس نامہ اعمال اور ناپسندیدہ مقدمے سے بیزاری کا اظہار ہے، یعنی ایک بد رونق اور تاریک مقدمہ(ملاحظہ فرمائیں:الحاقط آیت:25)

"يَدْعُوْ " پکارتا اور روتا ہے۔

"ثُبُوْرًا"ہلاکت، تباہی۔
"یَصْلٰی" داخل ہوتا ہے۔
"سَعِیْرًا"دوذخ کی آ گ، دوذخ کی بھڑکتی اور دھکتی ہوئی آ گ،دوزخ۔
"اَہْلِہٖ"اپنے اہل خانہ اور رشتہ دار۔
"كَانَ فِيْٓ اَہْلِہٖ مَسْرُوْرًا"اس سے مراد ہے خواہشات اور غفلت سے پیدا ہونے والا سرور۔
"لَّنْ يَّحُوْرَ"واپس نہیں آئے گا، اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت پر یقین نہیں رکھتا تھا، آخرت میں اٹھنے کے دن اور حساب و کتاب پر اور جنت و دوذخ پر یقین نہیں رکھتا تھا۔

سورة المطففين

بسم الله الرحمن الرحيم

اِذَا السَّمَاۗءُ انْشَقَّتْ ۙ۱ ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ۲ ○ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ۳ ○ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا
وَتَخَلَّتْ ۙ۴ ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۭ۵ ○ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا
فَمُلٰقِيْهِ ۚ۶ ○ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ۷ ○ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ۸ ○ وَّيَنْقَلِبُ
اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ۹ ○ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَاۗءَ ظَهْرِهٖ ۙ۱۰ ○ فَسَوْفَ يَدْعُوْا
ثُبُوْرًا ۙ۱۱ ○ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۭ۱۲ ○ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ۱۳ ○ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ
يَّحُوْرَ ۚ۱۴ ○ بَلٰٓى ۚ ○ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۭ۱۵ ○ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ۱۶ ○ وَالَّيْلِ وَمَا
وَسَقَ ۙ۱۷ ○ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ۱۸ ○ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۭ۱۹ ○ فَمَا لَهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ۙ۲۰ ○ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۭ۲۱ ○ ۩ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يُكَذِّبُوْنَ ۡ۲۲ ○ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۡ۲۳ ○ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ۲۴ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۲۵ ○

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مھربان نہایت رحم والاھے
اِذَا السَّمَاۗءُ انْشَقَّتْ ۙ۱ ○	جب آسمان پھٹ جائے (۱)
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ۲ ○	اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گا، اور اس پر لازم ہے یہی کرے (2)
وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ۳ ○	اور جب زمین ہموار کردی جائے گی(3)

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْۙ۴	اور نکال ڈالے گی جو کچھ اس میں ہےاور خالی ہوجائے گی (4)
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْۙ۵	اور سنے گی حکم اپنے رب کا اور اس کو یہی لائق ہے (5)
يٰۤاَيُّهَاالْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِۚ۶	اے انسان!تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں)خوب کوشش کرتا ہےسو اس سے جاملے گا (6)
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖۙ۷	تو جس کا نامہ(اعمال) اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا (7)
فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًاۙ۸	تو اس سے جلد ہی آسان حساب لیا جائے گا (8)
وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ۹	اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوش باش پلٹے گا (9)
وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖۙ۱۰	اور جس کا نامہ(اعمال) اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا (10)
فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًاۙ۱۱	تو وہ عنقریب اپنی موت کو پکارے گا (کاش کہ میں ہلاک ہوجاؤں) (11)
وَّيَصْلٰى سَعِيْرًاؕ۱۲	اور بھڑکتی ہوئی آ گ میں پہنچے گا (12)
اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ۱۳	بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا (13)
اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَۚۛ۱۴	اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں جائے گا (14)
بَلٰىۛۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًاؕ۱۵	ہاں، اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا (15)
فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِۙ۱۶	پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی (16)
وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَۙ۱۷	اور قسم ہے رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے (17)
وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَۙ۱۸	اور چاند کی قسم جب کامل ہوجائے (18)
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍؕ۱۹	کہ تم ضرور ہی ایک حالت سے دوسری حالت کو چڑھتے جاو گے (19)
فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَۙ۲۰	تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے (20)

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ۲۱ ۩	اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے (21)
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَۖ۲۲	بلکہ کافر تو جھٹلاتے ہیں (22)
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَۖ۲۳	اور خدا ان باتوں کو جو یہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں خوب جانتا ہے (23)
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍۙ۲۴	سو خوشخبری سُنا دے ان کو عذاب دردناک کی (24)
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۲۵	البتہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے (25)

محترم قارئین:

بابرکت آیات "1 تا 15 "میں خوف، دہشت، روزقیامت اور دو جگہوں کی طرف لوگوں کے جانے کے بارے میں بحث کی گئی ہے، اور اس کی تصویر کشی، اور اس کی مثال دی گئی ہے، اسی طرح ان مصائب اور مشکلات پر بھی بحث ہے جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے، جس کا تصور ہی پریشان کُن ہے۔

ترجمہ اور تفسیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مہربان نہایت رحم والاھے
اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْۙ۱	جب آسمان پھٹ جائے (۱)

آسمان کا پھٹ جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، یعنی اس کے دروازے کھل جائیں گے، اس کی حالت میں تبدیلی واقع ہوجائے گی، اور اس کی چھت ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ میں فرماتے ہیں کہ: جب آسمان پھٹ جائے گا اور منتشر ہوجائے گا، کیونکہ اس کے بنانے کا مقصد پورا ہوچکا ہوگا، اور اب دنیا کی حالت بدلنی ہے۔

مفسر آلوسی کہتے ہیں کہ : قیامت کے دن کے خوف سے آسمان پھٹ جائےگا، (روح المعانی:78/30)

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْۙ۲	اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گا، اور اس پر لازم ہے یہی کرے (2)

وہی ہے جس نے آسمان کو بنایا، اس کا حکم نافذالعمل ہے، کوئی بھی اس کی مخالفت میں قدم نہیں اٹھا سکتا، مبارک آیت کے جملہ: " وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا "میں"اذن"کا لفظی معنی :کسی چیز کو کان لگا کر سننا، اور اس کی بات قبول کرنا ہے، "اس نے اپنے رب کا حکم سنا "۔

لیکن عربی زبان میں روز مرہ کی گفتگو کے لحاظ سے "اذ ن لہ"کامعنی صرف یہ نہیں ہے کہ اس نے حکم سنا، بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ حکم سننے کے بعد فرمانبردار کی طرح اس کو بجا لایا، اور اس سے کسی بھی طرح انحراف نہیں کیا، آسمان اس بات کا پابند ہے کہ اپنے پروردگار کا فرمانبردارہو، اور اس کے سامنے عاجزی کرے اور بات سنے، اور"حُقَّتْ"کا معنی مجہول صیغے کے طور پر یہ ہے کہ : "حق لهاالانقیاد"یعنی :حق اور واجب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرے۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْۙ۝۳	اور جب زمین ہموار کردی جائے گی(3)

اور جب زمین پہاڑوں اور ٹیلوں کے ساتھ پھیل جائے گی، اور صاف و ہموار ہوجائے گی، اس طرح کہ نہ بستیاں، اور نہ کوئی عمارت، اور نہ پہاڑ اور نہ وادیاں نہ اونچ نیچ اس میں باقی رہے گی۔

حاکم نے عمدہ سند سے حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"قیامت کے دن زمین کو اس طرح کھینچ کر پھیلا ئی جائے گی جیسے چمڑے(یا ربڑ یا پلاسٹک)کو کھینچ کر پھیلا یا جاتا ہے۔"

مگر اس کے باوجود میدان حشر جو اس زمین پر ہوگا اس میں ابتداء دنیا سے قیامت تک تمام انسان جمع ہوں گے تو صورت یہ ہوگی کہ ایک آدمی کے حصے میں صرف اتنی زمین ہوگی جس پر اس کے پاؤں ہیں(رواہ الحاکم بسند جید،مظہری)۔

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْۙ۝۴	اور نکال ڈالے گی جو کچھ اس میں ہےاور خالی ہوجائے گی (4)

قیامت سے پہلے ہر وہ چیز جسے زمین نے اپنے اندر محفوظ کیا ہے دفائن، خزائن اور معادن میں سے سب کو اپنے بطن سے باہر اگل دے گی، اور ان تمام مخلوقات میں سے جو اس میں ہےخالی ہوجائے گی اور اس کی ذمہ داری پوری ہوجائے گی، زمین بھی آسمان کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابع اور فرمانبردار ہوگی۔

مفسر شیخ قرطبی فرماتے ہیں :مُردُوں کو باہر نکال دے گی اور اس سے خالی ہوجائے گی، جیسے حاملہ اپنا حمل گرادیتی ہے، وہ بھی اپنے بطن سے خزانہ اور معدنیات باہر پھینک دے گی، اس طرح یہ اس امر کے عظیم ہونے کی خبر ہے۔(قرطبی:248/19)

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ۝۵	اور سنے گی حکم اپنے رب کا اور اس کو یہی لائق ہے (5)

یعنی:زمین اسی لائق ہے کہ جو کچھ اس کے اندر ہےباہر پھینکے اور رب کا حکم سن کر اطاعت وفرمانبرداری کرے، کیونکہ وہ رب اپنے ملک کا با

اختیار مالک ہے، کوئی بھی اس کا حکم نہیں ٹال سکتااور اس کی مرضی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

تفسیر"فی ظلال القرآن"کے مفسر اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :سب سے واضح منظر جو وہ اس صورت کی ابتدائی آیات انسان کے سامنے رکھتی ہیں وہ ہے، آسمان اور زمین کا اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، اس کے بعد انسان کو اس تسلیمی کی طرف بلانا "يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ" ان آیات کا آپس میں جو ربط ہے وہ بہت واضح اور روشن ہے :کہ (آسمان اور زمین)نے سر تسلیم خم کیا، اگر چہ علم، ارادہ، شعور نہیں رکھتے، پھر تو اے انسان!تیرے علم اور ارادے کے ساتھ، کیا یہ بات معقول اور مناسب ہے کہ تو اس تسلیمی میں ان کے ساتھ نہ ہو؟

يٰٓاَيُّهَاالْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ۝	اے انسان!تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں)خوب کوشش کرتا ہےسو اس سے جاملے گا (6)

یہ خطاب عام ہے تمام انسانوں کو شامل ہے، یعنی:تواپنے اعضاءاور جوارح کے ساتھ مسلسل کام کرتاہے اچھے اور برے اعمال میں مصروف ہے، اور مرتے دم تک کام کرتا ہے یہاں تک کہ آخرت کے گھر میں منتقل ہوجائے گا اور اپنے رب سے ملاقات کرلےگا، یہ ملاقات تو انسان کی موت ہے یا یہ کہ اپنے اعمال کے ساتھ قیامت کو ملاقات کرے گا، اور اپنی محنت اور مشقت کا نتیجہ ضرور دیکھ لےگا، اچھائی ہو یا برائی، اگر تمہارےاعمال نیک ہوں تو اچھا بدلہ پاؤ گے اور تمہارےعمل بُرےہوں تو بُرا بدلہ پاؤ گے۔

"البحر"میں ہے کہ :"کادح"یعنی وہ شخص اپنے اچھے اور بُرے کام میں پوری زندگی

کوشش کرتا رہتا ہے اور بالآخر اللہ کے حضور میں کھڑا ہوجائے گا، پھر اس وقت اسے اپنے کئے کی سزا یا بدلہ ملے گا۔(البحر:446/8)

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا : اے محمد!جیسے چاہو زندگی گذارو (بلآخر) مرنا تو ہے، جس کو چاہو اپنا محبوب بناؤ (بلآخر) جدا تو ہونا ہے، اپنی چاہت کے مطابق عمل کرو (بلآخر) اپنے عمل سے ملاقات کرنی ہے۔

" اِنَّكَ كَادِحٌ" یقیناً تو سخت جدوجہد کرنے والا اور نیکی کمانے والا ہے۔

"اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا" اپنے پروردگار کی طرف سعی اور کوشش کرنے والا ہے۔

"فَمُلٰقِيْهِ"تم عمل کرو اگرچہ یہ عمل اللہ کے ہاں کم ہوں، لیکن اس کا بدلہ دے گا، اور تم قیامت کے دن اس کی جزاء یا سزا دیکھو گے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ۝٧	تو جس کا نامہ(اعمال) اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا (7)

تو یہ خوشبختی اور سعادت کی علامت ہوگی، اور وہ مؤمنین ہیں کہ ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں جو کہ خیر سے بھرے ہوں گےاور ان میں بُرائی نہیں ہوگی دیے جائیں گے، کیونکہ سیدھا ہاتھ مبارک ہے، ایسا آدمی جو خوشبخت اور کامیاب ہے۔

جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال نامے کی کتاب بند کرکے اس پر مہر لگا دی جاتی ہے، اور اوپر لیجا کر اور باندھ کر اس شخص کے اعمال کے ساتھ علیین یا سجین میں منتقل کردیا جاتا ہے، انسان کے نامہ اعمال میں تاریخ، سال، مہینہ، دن اور اعمال کی دیگر تفصیلات موجود ہوتی ہیں، اور جلد ہی وہ خود دیکھ لے گا۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ۝٨	تو اس سے جلد ہی آسان حساب لیا جائے گا (8)

یعنی: اس سے سخت حساب نہیں لیا جائے گا، اور اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ فلا ں کام کیوں کیا، اور تیرا عذر اور دفاع اس کام کی انجام دہی کے بارے میں کیا ہے، اس کے اعمال نامے میں اس کی بُرائیاں یقینی طور پر اس کی نیکیوں کے پہلومیں لکھی ہوں گی، البتہ یہ بات ثابت ہوجائے کہ نیکیوں کا پلڑا اس کے بُرائیوں کے پلڑے سے بھاری ہے تو اس کے بُرائیوں سے درگذر کیا جائے گا اور اس کی بخشش ہوگی، جیسا کہ رب تعالیٰ نے (سورۂ احقاف:آیت نمبر:16)میں اہل ایمان کے بارے میں فرمایا :(اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَـيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَــنَّةِ ۭ ۝ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝١٦)

ترجمہ:"یہی لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگذر فرمائیں گے اور یہ جنتی لوگوں میں ہیں، یہ سچا وعدہ (ہے) جو ان سے کیا جاتا ہے"

اس طرح قرآن کریم میں (سورۂ رعد آیت:18)میں سخت حساب کے لئے لفظ "سوءالحساب " یعنی: "بُرا حساب" استعمال کیا گیا ہے۔

"حِسَابًا يَّسِيْرًا" سے مراد آسان حساب ہے جو اس آیت مبارکہ میں ہے صرف ایک پیشی ہوگی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ : "جس سے باریک بینی سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا "۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا : "فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا"جلد ہی اس سے حساب لیا جائے گا، آسان حساب، تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :(لیس ذلك بالحساب، ولكن ذلك العرض، من نوقش الحساب يوم القيامة عذب)
یہ حساب نہیں ہوگا، یہ تو محض اعمال نامہ پیش کیا جائے گا، اور قیامت کے دن جس کے حساب کی جانچ پڑتال کی گئ اسے تو ضرور عذاب دیا جائے گا۔(بخاری و مسلم)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے نزدیک ہوگا اور اسے اپنی رحمت اور مغفرت میں شامل کرے گا، اور اس سے کہے گا، تم نے ایسا ایسا کیا، اس کے گناہوں کو گن کر بتائے گا، اور پھر کہے گا:اس پر میں نے دنیا میں پردہ ڈالا تھا اور آج اسے بخش دونگا، حساب یسیر سے مراد یہی ہے۔

وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝٩	اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوش باش پلٹے گا (9)

یعنی: مؤمن آسان حساب کے بعد ان لوگوں کی طرف واپس پلٹے گا جو اس کے خاندان میں سے اور بال بچوں میں سے ہوں گے جو اس کی طرح معاف کردئیے گئے ہیں، اور
بہشت میں ہیں، اور اللہ کے فضل و کرم سے جو اسے عطا ہوگا فرحان و شاداں ہوگا۔
بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ :"أهْلہ"سے وہ جنتی مراد ہیں جو اس سے پہلے فوت ہوئے ہیں اور وہ بھی ان سے جاملے گا۔
بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ طور میں فرمایا :
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّـتُهُمْ بِـاِيْمَانٍ اَلْحَـقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ ۝ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝٢١
ترجمہ:"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہِ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی اُن (کے درجے) تک پہنچا دینگے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال میں گروی ہے"
جو شخص ایمان کی حالت میں فوت ہوگا اس کے اہل کو اس سے ملائیں گے شرط یہ ہے کہ اس کے اہل و عیال بھی اہل ایمان میں سے ہوں،(یا الٰھا!ہمیں بھی ان ہی میں سے بنا دے، آمین۔)

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَاۗءَ ظَهْرِهٖ ۝١٠	اور جس کا نامہ(اعمال) اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا (10)

یعنی: وہ جو اپنے بائیں ہاتھ سے اور پیٹھ پیچھے سے اپنا نامہ اعمال وصول کرے گا، یہ شقاوت اور بد بختی کی علامت ہے، اور کفار کے عذاب میں

سے ایک یہی ہے کہ ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ اور پیٹھ پیچھے سے دیے جائیں گے۔

فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ۝۱۱	تو وہ عنقریب اپنی موت کو پکارے گا (کاش کہ میں ہلاک ہوجاؤں) (11)

یعنی: بعد اس کے کہ اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے اور وہ اسے پڑھے تو کہے گا : ہائے افسوس ہے مجھ پر! آہ میرا سر خاک آلود ہو! اور موت اور بربادی کی تمنا کرے گا، اور اللہ پاک سے چاہے گا کہ اسے ہلاک کردے تاکہ اس افسوس ناک صورتحال سے نجات پائے، لیکن اس کو ان باتوں کا اب کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور جو مہلت دی گئی تھی اور جو موقع ملا تھا وہ موقع ختم ہوگیا، اللہ تعالیٰ کا مقصد لوگوں کو نیک اعمال کی انجام دہی کی طرف راغب کرنا اور بیدار کرنا ہے۔

" ثُبُوْرًا":ہلاکت اور فساد اور بربادی کے معنی میں ہے، اور "مثبور"جو قرآن میں استعمال کیا گیا ہے، اس سے وہ شخص مراد ہے جس کی عقل ناقص ہو، کسی کی عقل میں خلل اور نقصان کا ہونا بڑے نقصانوں میں سے ایک ہے۔

وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۭ۝۱۲	اور بھڑکتی ہوئی آ گ میں پہنچے گا (12)

یہاں تک کہ وہ اس کی سختیوں اور جلتی گرمی کا مزہ چکھ لے۔

تفسیر میسر میں لکھا ہے کہ: اپنے کفر و تکذیب اور بُرے اعمال کی وجہ سے بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا، جو اس کے چہرے کو جلادے گی، اور اس کے جسم کو جلا ئے گی مگر اس کے وجود کو باقی رکھے گی۔

اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ۝۱۳	بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا (13)

وہ دنیا میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے سرمست، مغرور، متکبر،لالچی، خوش و خرم، غافل اور خوشحال تھا، انجام کے بارے میں نہیں سوچتا تھا، آخرت کا اس کے دل میں خیال بھی نہیں آتا تھا، اور وہ گمان کرتا تھا کہ یہ دنیا اسی حالت و کیفیت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے باقی رہے گی، وہ لوگ دنیا میں مادی نعمتوں کے ساتھ خوش تھے، اور گناہ کا ارتکاب کرتے تھے اورمؤ منوں کا مذاق اُڑاتے تھے، لیکن یہ خوشی ان کی صرف جسمانی تھی روحانی نہیں تھی، کیونکہ کفار کی خوشیوں کے بعد غم اور افسوس ہوتا ہے، جبکہ مؤمنوں کی خوشیوں کے بعد پشیمانی نہیں ہوتی، بلکہ خوشی ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے۔

ابن زید نے کہا : اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کی صفت دنیا میں خوف رکھنے والے، غمگین،
رونے والے، اور شفقت کرنے والے بیان کی ہے، جبکہ آخرت میں ان کی صفت نعمتوں اور سرور سے کی،جبکہ جہنمیوں کی دنیا میں صفت سرور،

ہنسنے اور لطف اندوزی سے کی ہے اور آخرت میں ان کا انجام ہمیشہ کے غم سے کی ہے، (قرطبی:271/19)

اِنَّہٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۚ۝۱۴	اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں جائے گا (14)

اور حساب کتاب اور پوچھ گچھ کے لیے مرنے کے بعد اسے زندہ نہیں کرے گا، اس لیے
اللہ کی کتاب کو جھٹلایا، اور رسالت کو رد کرکے گمراہوں کی پیروی کی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب کی طرح کہتا تھا: میں اپنے پیسوں سے جنت خریدونگا اور ایسا تصور کرتا تھا کہ: یہ دنیا ختم ہونے والی نہیں ہے، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہوگا، اس لیے کبھی بھی کوئی نیک عمل انجام نہیں دیا، اور بُرے اعمال سے پرہیز نہیں کیا، اور قیامت اور سزا پر یقین نہیں رکھتا تھا، حالانکہ یہ عمل اور عقیدہ کفر اور سراسر نقصان والا ہے۔

بَلٰىٓ ۚ۝ اِنَّ رَبَّہٗ كَانَ بِہٖ بَصِيْرًا ۭ۝۱۵	ہاں، اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا (15)

یعنی: ایسا نہیں ہے جیسا وہ سوچتا ہے، بلکہ بہت جلد اپنے پروردگار کی طرف لوٹے گا، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اور اس کا رب اس کے اعمال سے باخبر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کی جدوجہد اور کوشش کو خوب جانتا ہے، اس کی حالت سے واقف ہے اور اس کے چھپے اور کھلے معاملات کو دیکھتا ہے، اور دنیا میں اس کی حالت کے بارے میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہتی، اور اب اس کے تمام اعمال، قول و فعل اور ا س کے کردار کا احتساب ہوگا اور سزا دی جائے گی۔
تفہیم القرآن کے مفسر کہتے ہیں کہ: یہ خدا کے انصاف اور حکمت کے خلاف تھا کہ جو کرتوت وہ کر رہا تھا ان کو وہ نظر انداز کردیتا اور اسے اپنے سامنے بلا کر کوئی بازپرس اس سے نہ کرتا۔
"بَصِيْرًا" بصیر: دلی ادراک کی طاقت، اس کے مقابل بصر ہے۔
بصر: ظاہری آنکھ، بصیرت: دل کی آنکھ، یعنی وہ قوت جو انسان کو اچھائی اور بُرائی، حق اور باطل کے تمیز کرنے میں مدد دیتی ہے۔
حیوانات فقط "عین" رکھتے ہیں، اور انسان عین کے علاوہ بصیرت بھی رکھتے ہیں، اس وجہ سے مکلف ہیں۔

محترم قارئین:

مبارک آیات (16 سے 25) تک میں قیامت کے واقع ہونے اور یقینی ہونے کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

اصطلاحات اور لغات کی تشریح:

"لا أقسم" حلف، قسم کھاتا ہوں(واقعہ/75)(حاقہ/38)(معارج/40)

"الشّفق"مغرب کے افق میں آسمان کے کنارے پر سرخی، جوکہ سورج غروب ہونے کے وقت نظر آتی ہے۔

اس سورت میں "شفق" سے مراد ہے رات کے شروع میں وہ روشنی جس میں ہلکی سی تاریکی کی آمیزش ہو، شفق کا ظہور دنیا میں بدلاؤ اور گہری تبدیلی کی کیفیت کے بارے میں بتاتا ہے، دن کے اختتام اور رات کے آغاز کا وقت ہے، ایک خاص خوبصورتی ہے اس میں، اور سب سے ہٹ کر مغرب کی نماز کا وقت ہے، خدا نے اس پر قسم کھائی ہے تاکہ ہر کسی کو آسما نی خوبصورتی کے اس مظہر کے بارے میں سوچنے پر آمادہ کیا جائے۔

"وَسَقَ" لپیٹا، جمع کیا۔

"إ تَّسَقَ" جمع کیا گیا، جمع ہو کر درست ہوجائے، گول اور مکمل ہوجائے،اس سے مراد ہے چودھویں رات کی چاند کی روشنی کا مکمل ہوجانا، اس حالت میں چاند کی ایک خاص چمک ہوتی ہے اور خوبصورت نظارہ ہوتا ہے۔

"لَتَرْکَبُنَّ"ایک حالت سے یقینی دوسری حالت کی طرف جاؤ گے: یعنی ایک صورتحال کے بعد دوسری صورتحال سے تمہیں دوچار ہونا پڑے گا۔

"یُکَذِّبُوْنَ"فعل مضارع کا لانا استمرار کے لیے ہے،یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کفار اپنے انکار اور تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں۔

"یُوْعُوْنَ"چھپاتے ہیں، وہ دلوں میں چھپاتے ہیں، اور دل میں لے لیتے ہیں۔(ملاحظہ فرمائیں:معارج:18)(حاقہ:12) اور سورہ فرقان۔

ترجمہ اور تفسیر:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ۝۱۶	پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی (16)

(لا)قسم کی تاکید کے لیے آتا ہے، یعنی افق کی سرخی جو غروب آفتاب کے بعد نمودار ہوتی مؤ کداً قسم کھاتا ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں:شفق ایسی سفیدی جو سرخی مائل ہو، اس کو نرم اور نازک ہونے کی بنا پر شفق کہا جاتا ہے، تو پھر شفق، شفقت سے لیا گیا ہے۔

وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ۝۱۷	اور قسم ہے رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے (17)

یعنی: رات نے جو کچھ اپنے ساتھ جوڑا ہے، اور لاکر سمیٹ لیا ہے، کیونکہ رات دن میں بکھرنے والوں کو اکھٹا کرتی ہے، جو کاروبار

کےحصول میں ہرطرف بکھرے ہوئے ہیں، اسی طرح جب رات ہوتی ہے تو سب کچھ اپنے مسکن اور ٹھکانے پر جمع ہوجاتے ہیں۔

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ۱۸	اور چاند کی قسم جب کامل ہوجائے (18)

اتِّساق ماہ :چاند کا بھر جانا اور مکمل ہوجانا، اس حالت کو "بدر"کہا جاتا ہے،اوریہ قمری مہینے کے درمیان ہوتا ہے، اللہ تین چیزوں کی تاکید کے لیے سخت اور شدید قسم کھاتا ہے۔

1 - شفق:یعنی مغرب کے بعد کی سرخی جو عشاء تک رہتی ہے۔
2 - رات اور ہر وہ چیز جو رات میں واقع ہوتی ہے، اور ہر وہ چیز جو رات کو مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے۔
3 - چاند، جب کہ مکمل بدر اور چودھویں کا ہوجائے۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۱۹	کہ تم ضرور ہی ایک حالت سے دوسری حالت کو چڑھتے جاؤ گے (19)

" طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ"مختلف حالات اور درجات کو یکے بعد دیگرے طے کرے گا:وہ یہ کہ تو نطفہ ہوگا، پھر جماہوا خون،پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر زندہ پھر موت، پھر دوبارہ زندگی، کبھی بھی ایک حالت پر باقی نہیں رہے گا۔

مفسر آلوسی فرماتے ہیں :ایسی آفات کا سامنا ہوگا جن میں سے ہر ایک دوسری سے زیادہ مشکل اور سخت ہے،یہ اھوال:ڈر اور خوف، جو مشتمل ہیں موت اور اس کے بعد کے واقعات پر، جیسے قیامت کے دن کا خوف اور اس سے پیدا ہونے والی پریشانیاں۔(روح المعانی،82/3)

مفسر طبری کہتے ہیں:یعنی قیامت کے خوف اور ڈر کی وجہ سے وہ پریشان کن صورتحال دیکھتے ہیں۔(تفسیر طبری،۴۰/80)

تفہیم القرآن میں ہے کہ:یعنی تمہیں ایک حالت پر نہیں رہنا ہے، بلکہ جوانی سے بڑھاپے، بڑھاپے سے موت، موت سے برزخ، برزخ سے دوبارہ زندگی، دوبارہ زندگی سے میدان حشر، پھر حساب و کتاب پھر جزا و سزا کی بے شمار منزلوں سے لا زماًتمہیں گزرنا ہوگا، اس حقیقت کے اثبات پر تین چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے:

ایک سورج ڈوبنے کے بعد شفق کی سرخی دوسری دن کے بعد رات کی تاریکی اور اس میں ان بہت سے انسانوں اور حیوانات کا سمٹ آنا جو دن کے وقت زمین پر پھیلے رہتے ہیں، اور چاند کا ہلال سے درجہ بدرجہ بڑھ کر بدر کامل بننا، گویا چند وہ چیزیں ہیں جو اس بات کی اعلانیہ شہادت دے رہی ہے کہ جس کائنات میں انسان رہتا ہے اس کے اندر کہیں ٹھراؤ نہیں ہے، بلکہ ایک مسلسل تغیر اور درجہ بدر جہ تبدیلی ہر طرف پائی جاتی

ہے، لہٰذا کفار کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ موت کی آخری ہچکی کے ساتھ معاملہ ختم ہوجائے گا۔

فَمَا لَہُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝۲۰ۙ	تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے (20)

ان کو کیا ہوا ہے جو خدائے واحد اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ ان کے سامنے ثبوت رکھے گئے ہیں، دلائل قائم کیے گئے ہیں، حجتیں بیان کی گئی ہیں، اور استدلال کے طریقے واضح کئے گئے ہیں ؟جی ہاں!وحدانیت کے ثبوت موجود ہیں، الوہیت کی نشانیاں ظاہر، اور ربوبیت کے آثار واضح ہیں۔

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْہِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ۝۲۱ۭ۩	اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے (21)

سر تسلیم خم نہیں کرتے اور خدائے رحمان کے سامنے سجدہ نہیں کرتے، اس معجزے والے کلام کو سننے کے بعد انہیں اس کو قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے سے کس چیز نے روکا ہے ؟ قرآن کی تلاوت کے دوران ان کے سجدہ اور سر تسلیم خم کرنے کی راہ میں کیا رکاوٹیں حائل ہیں؟ یا یہاں پر سجدے سے مراد وہی مشہور و معروف سجدہ تلاوت ہے، جیسا کہ امام ابو حنفیہ ؒ اس آیت کریمہ سے سجدۂ تلاوت کے وجوب پر استدلال کرتے تھے، کیونکہ آیت کریمہ میں ان لوگوں کی جو اس کو سنتے ہیں اور سجدہ نہیں کرتے سرزنش کی ہے، علماء کرام کی رائے بھی سجدۂ تلاوت کے وجوب پر ہے۔ (تفسیر انور القرآن)تفسیر معارف القرآن میں اس بابرکت آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ سجدہ اور مسجود کے معنی لغت میں جھکنے کے ہیں اور یہ اطاعت شعاری اور فرمانبرداری سے کنایہ ہے، ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ سجدہ سے مراد سجدہ اصطلاحی نہیں، بلکہ اللہ کے سامنے اطاعت کے ساتھ جھکنا، جس کو خشوع و حضوع کہتے ہیں وہ مراد ہے، وجہ اس کی واضح ہے کہ اس آیت میں حکم سجدہ کسی خاص آیت کے متعلق نہیں، بلکہ پورے قرآن کے متعلق ہے، اگر اس سے سجدہ اصطلاحی مراد لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ پورے قرآن کی ہر آیت پر سجدہ لازم ہو جو باجماع امت مراد نہیں ہوسکتا، سلف و خلف میں کوئی اس کا قائل نہیں، اب رہا یہ مسئلہ کہ اس آیت کے پڑھنے اور سننے پر سجدہ واجب ہے یا نہیں، تو اگر چہ کسی قدر تاویل کے ساتھ اس آیت سے بھی وجوب سجدہ پر استدلال ہوسکتا ہے، جیسا کہ بعض فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ یہاں القرآن سے مراد پورا قرآن نہیں، بلکہ الف لام عہد کا ہے، اور مراد اس سے خاص یہی آیت ہے، لیکن یہ ایک قسم کی تاویل ہے، جو احتمال کے درجے میں

صحیح کہی جاسکتی ہے، مگر اس کا مراد قرآن ہونا ظاہری عبارت سے بعید معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ اس کا فیصلہ روایات حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابہ کرام کے تعامل سے ہوسکتا ہے، مگر روایات حدیث سجدہ تلاوت کے متعلق مختلف قسم کی آئی ہیں۔

بعض سے وجوب معلوم ہوتا ہے اور بعض سے رخصت، اسی لئے آئمہ مجہتدین کا اس معاملہ میں اختلاف ہے، امام اعظم ابو حنفیہ کے نزدیک اس آیت پر بھی سجدہ واجب ہے، امام اعظم کا استدلال اس کے وجوب پر مندرجہ ذیل احادیث سے ہے:

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو رافع نے فرمایا کہ :میں نے ایک روز عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہ کے پیچھے پڑھی، انہوں نے سورۃ " اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ"کی تلاوت نماز میں کی اور اس آیت پر سجدہ کیا، میں نے ابو ہریرہ سے پوچھا کہ یہ کیسا سجدہ ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں اس آیت پر سجدہ کیا ہے۔

شیخ قرطبی نے ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ آیت بھی آیات سجدہ میں سے ہے، اس کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہے، مگر ابن عربی جن لوگوں میں مقیم تھے ان میں اس آیت پر سجدہ کرنے کا رواج نہیں تھا، شاید وہ کسی ایسے امام کے مقلد ہوں گے جن کے نزدیک سجدہ واجب نہیں، تو ابن عربی کہتے ہیں کہ : میں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا کہ جب کہیں امامت کروں تو سورۂ انشقاق نہیں پڑھتا، کیونکہ میرے نزدیک اس پر سجدہ واجب ہے، اگر سجدہ نہیں کرتا تو گنہگار ہوتا ہوں، اور اگر کرتا ہوں تو پوری جماعت میرے اس فعل کو بُرا سمجھے گی، بلاوجہ اختلاف کیوں ڈالا جائے، (واللہ سبحانہ وتعالی أعلم)

(تفسیرمعارف القرآن:حضرت علامہ مفتی محمد شفیع عثمانی)(دیوبندی:مترجم:شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف حسین پوری)

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۖ۝٢٢	بلکہ کافر تو جھٹلاتے ہیں (22)

حقیقت یہ ہے کہ کافروں نے کتاب الٰہی کا انکار کیا، اللہ کی کتاب جو کہ اثبات توحید، قیامت، اور جزا و سزا پر مشتمل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۖ۝٢٣	اور خدا ان باتوں کو جو یہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں خوب جانتا ہے (23)

اور یہ کفار جو کفرو تکذیب اپنے سینے میں جمع کئے ہوتے ہیں اور وہ چیزیں جو اپنے دل میں چھپاتے ہیں خوب جانتا ہے، خدا تعالٰی ان مخفی چیزوں سے باخبر ہے اور جو کچھ ان کے سینوں اور نیتوں میں کفر اور تکذیب ہے اور چھپائے ہوئے ہیں علماً احاطہ کیا ہوا ہے۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں : یُوعُون: یعنی عداوت اور دشمنی پیغمبر اور مومنوں کے ساتھ اپنے دلوں میں لئے ہوئے ہیں۔ (البحر:448/8)

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍۙ۲۴۝	سو خوشخبری سُنا دے ان کو عذاب دردناک کی (24)

اے رسول اللہ!وہ لوگ جو سنتے ہیں اور عمل نہیں کرتے ان کو ایک بڑے عذاب کی خبر دو، قرآن کریم میں یہاں اور دوسری جگہوں پر بشارت کے یہ الفاظ استہزا ء پر دلالت کرتے ہیں، ان کو خبر دو کہ درد دینے والا عذاب ان کے انتظار میں ہے، عذاب ان کے سامنے ہے، ان کا ٹھکانہ آگ اور دوزخ ہے۔

"التسہیل"میں ہے کہ :تنبیہ اور ڈرانے کی جگہ خوشخبری دینا کافروں کی سر زنش کے لیے ہے۔ (التسہیل:188/4)

بشارت:

قرآن کریم اور کتب لغت میں لفظ "بشارت"خوشی اور غم والے خبر دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے، البتہ شواہد کے مطابق ان دونوں میں سے ایک معنی متعین کیا جاتاہے(قریشی،(سید علی اکبر قاموس قرآن، جلد 1، صفحہ194)اگرچہ لفظ بشارت(بشارة) قرآن کریم میں نہیں آیا ہے، لیکن اس کے مشتقات کا ذکر ہوا ہے جیسے "بشرٰی":(وَمَا جَعَلَہُ اللّٰہُ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ)

ترجمہ:"اور اس مدد کو تو خدا نے تمہارے لیے بشارت بنایا " ان آیات اور اسی طرح کی دوسری آیات میں خوشخبری کے لیے استعمال ہوا ہے۔

لیکن قرآن کریم لفظ"بشَّر"کے دونوں معنی بشارت کے ہیں، جیسے (وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ۝ کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْہَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًاۙ۝ قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُۙ۝ وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِہًا۝ وَلَھُمْ فِیْہَآ اَزْوَاجٌ مُّطَہَّرَةٌۙ۝ وَّھُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ۲۵۝) (سوره بقره:25)

ترجمہ:"اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے (نعمت کے)باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب انہیں ان میں سے کسی قسم کا پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل پھل دئیے جائینگے اور وہاں ان کے لئے پاک بیویاں ہونگی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے"

لفظ "بشِّر"اس آیت کریمہ میں خوشخبری اور خوشی کے لئے آیا ہے۔

(بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًاۙ۱۳۸۝) (سورۂ نساء:138)

ترجمہ:"(اے پیغمبر) منافقوں (یعنی دو رُخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار)ہے۔"

اور (فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍۙ۝۲۴)

ترجمہ: "تو ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو "

ان آیات میں لفظ"بشِّر" کا مطلب غم اور افسوسناک خبر ہے، اور اس لفظ کا استعمال ایک قسم کا استعارہ اور تحکم کے لیے ہے، یعنی: عذاب کے سوا ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے، کیونکہ کفار اور بت پرستوں کے دلوں میں وعظ اور نصیحت کوئی اثر نہیں کرتی۔

خدا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا : ان کو درد ناک عذاب اور بُرے انجام کی خبر سنا دو، یہ طعنہ اور ملامت کی ایک شکل ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۝۲۵	البتہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے (25)

مکمل اور نہ ختم ہونے والا انعام، غم کے بغیر خوشی، اور احسان جتائے بغیر تحفہ تیار ہے، عظیم تحفہ، پسندیدہ نعمت، مکمل فراوانی اور بہت بڑا انعام ان کو دیا جائے گا، اور اس کے علاوہ ان کا بہترین اکرام کیا جائےگا۔

ہمارے رب عظیم نے بعد اس کے کہ بدبختوں کے احوال اور کیفیت بیان کی، اس سورۃ مبارکہ کا ان نعمتوں کے ذکر کے ساتھ اختتام کیا ہے جو نعمتیں نیک لوگوں کو عطا کی ہیں، یہ درحقیقت ایک قسم کی اجمالی توضیح ہے جوکہ سورت کے شروع میں ہے، کیونکہ سورت کے شروع میں بیان ہوا تھا کہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ دیکھے گا۔

(يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِۚ۝۶)

قیامت اور اس کی علامات :

ابو بکر الجزائری مرحوم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شعبہ تفسیر اور حدیث کے مشہور اساتذہ میں سے ایک ہیں، اپنی کتاب "عقیدة المؤمن"میں قیامت کے دن کی اس طرح تعریف و توصیف کرتے ہیں : (ان المراد من یوم القیامه امران: فنا ء هذه العوالم کلها وانتها هذه الحیاة بکاملها والثانی إقبال الحیاة الآ خرة وابتد إها، فدل لفظ الیوم الآ خر علی آخر یوم هذه الحیاة وعلی الیوم الاول والاخر من الحیاة الثانیه اذ هو یوم واحد لا ثانیه له فیها البتة) قیامت کے دن سے ذیل کے دو امور مراد ہیں :

1 - تمام کائنات فنا ہوجائے گی، اور اس دنیا کی زندگی کا بالکل خاتمہ ہوگا۔
2 - پھر ایک اور زندگی کی آمد ہوگی، اور اس کا باقاعدہ آغاز ہوگا، آخرت کا لفظ بتاتا ہے کہ یہ دن دراصل اس زندگی کا آخری اور آنے والی زندگی کا پہلا اور آخری دن ہوگا، پہلا اور آخری اس لئے کہ ابتداء سے انتہاء تک یہ کامل ہوگا، اس کا کوئی دوسرا دن نہ ہوگا۔

پس لفظ آخرت سے مراد دنیا کی زندگی کا آخری دن اور دوسری زندگی کا پہلا اور آخری دن ہے، کیونکہ قیامت کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:
(هو الحادثه الكونية العظمى التى تطوى عند ها السموات والارض وينتشر فيها النظام الكونى)
قیامت کا ایک عظیم کونی واقعہ ہے، جس میں زمین وآسمان لپیٹ دیے جائیں گے، اور موجودہ کائنات کا نظام اس دن منتشر ہوجائیگا۔
ابو بکر بن ابی الدنیا مقداد بن أسود سے نقل کرتے ہیں کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا : قیامت کے دن سورج لوگوں سے ایک میل یا دو میل (سلیم بن عامر حدیث راویوں میں سے کہتے ہیں کہ: مجھے نہیں معلوم میل سے مراد مسافت ہے یا وہی میل ہے جس سے آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں)نزدیک ہوجائے گا، اور لوگ اس کی گرمی میں اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ڈبوئے ہوں گے، کسی کو پاؤں کے اوپر تک، کسی کو گھٹنوں تک، اور کسی کو کمر تک، اور کسی کو گلے تک، اور کچھ پیشانی تک پسینے میں ہوں گے۔
پھر رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:"اور ایک گروہ وہ ہے جن کو یہ پسینہ گھیر لے گا اور غرق کرلے گا"(مسلم اور ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے)
صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو الله اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا؛ انصاف کرنے والا بادشاہ،وہ نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں جوانی بسر کی، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو الله کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں، اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی (الله کے لیے محبت)ہے،پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے(برے ارادے سے)بلایا، لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں الله سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طریقے سے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا، ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں الله کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔
یہ سب اس وقت ہوگا جب لوگ تنگ جگہ میں تکلیف میں ہوں گے، ایک تھکا دینے والی اذیت ناک جگہ، سوائے ان کے جن پر خدا رحم کرے اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرے، الله تعالیٰ سے دعا ہےکہ اس دن کو ہمارے لیے آسان بنا دے اور اس دن کی سختیوں سے ہمیں محفوظ فرمادے۔(آمین)

اور جب لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو زمین کو مختلف انداز میں دیکھیں گے، اس کے پہاڑ ہموار ہوگئے ہوں گے، اس کے ٹیلے ختم، اس کی شکل بدل گئی ہوگی، دریا سوکھ گئے ہوں گے،درخت جڑ سے اکھڑ گئے ہوں گے، سمندر ابل پڑیں گے، نشیبی علاقے اور اونچائیاں ایک جیسی ہوگئی ہوں گی،شہر اور گاؤں تباہ ہوگئے ہوں گے، زلزلے آئے اور زمین نے اپنا مواد باہر پھینک دیا ہوگا، تو انسان پوچھے گا:زمین کو کیا ہواہے؟ اور آسمان بھی اسی طرح تبدیل ہوا ہوگا، اور ستارے بےنور ہوکرتتر بتر ہوگئے ہوں گے، اور آسمان پھٹ کر ٹکرے ٹکرے ہوگیا ہوگا، اور فرشتے سب جگہ کو گھیرے ہوئے اور چاند سورج اکھٹے ہوکر تاریک ہوگئے ہوں گے۔

ابو بکر ابن عیّاش ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ :"جب لوگ اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے، دیکھیں گے کہ نہ یہ زمین پہلے والی زمین ہے اور نہ یہ لوگ پہلے والے لوگ ہیں، جن کو یہ پہلے جانتے تھے"

رب تعالٰی فرماتے ہیں: (يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۴۸۝) (سورہ ابراہیم:48)

ترجمہ:"جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دئیے جائیں گے) اور سب لوگ خدائے یگانہ و زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہونگے۔"

(يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاۗءُ مَوْرًا ۙ۹۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۭ۱۰۝ فَوَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ۱۱۝) (طور:9 تا 11)

ترجمہ:"جس دن آسمان لرزنے لگے کپکپا کر۔ اور پہاڑ اُڑنے لگے اون ہوکر۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔"

(فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۳۷۝ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۳۸۝ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔــلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ۳۹۝ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۴۰۝)(سورة الرحمان:37 تا 40)

ترجمہ:"پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہوجائیگا ((تو) وہ کیسا ہولناک دن ہوگا۔) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش کی جائیگی اور نہ کسی جِنّ سے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟"

(فَيَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۱۵۝ۙ وَانْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَهِيَ يَوْمَىِٕذٍ وَّاهِيَةٌ ۱۶۝ۙ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓي اَرْجَاۗىِٕهَا ۭ۝ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۱۷۝ۭ يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۱۸۝) (الحاقہ:15 تا 18)

ترجمہ:"تو اس روز ہو پڑنے والی (یعنی قیامت) ہو پڑے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا وہ اس دن کمزور ہو گا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر (اُتر آئیں گے)اور تمھارے پروردگار کے عرش کو اُس روز آٹھ فرشتے اپنے او پر اٹھائے ہوں گے۔ اس روز تم پیش کئے جاؤ گے اور تمھاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔"

صحیحین میں سھل ابن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:قیامت کے دن لوگوں کو ایک سفید اور ہموار زمین میں جمع کیا جائے گا، جہاں کوئی اونچی جگہ نہیں ہوگی۔

امام احمدؒ عائشہ ؓ سے نقل کرتے ہیں : فرماتی ہیں کہ میں نے ہی سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: (يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۝۴۸) (سورہ ابراہیم:48)

اے اللہ کے رسول! لوگ اس حالت میں کہاں ہوں گے ؟ فرمایا! صراط پر۔(امام مسلم اور ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے)

مسلم دوسری روایت میں ثوبان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم سے روایت کرتے ہیں : علماء یہود میں سے ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا:تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اندھیرے میں پل صراط کے نزدیک"

قیامت سے متعلق آیات قرآن کریم کی بیشتر سورتوں میں موجود ہیں امام احمدؒ ابن عمر ؓ سے نقل کرتے ہیں :کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو شخص چاہتا ہے کہ قیامت کو قریب سے دیکھے، تو وہ "سورۃ التکویر"،"انفطار"،"انشقاق" اور سورہ ھود پڑھے،(امام احمد نے عبد الرازق سے اور عبد اللہ بن یحی اور صنعانی اور اس نے عبد اللہ بن یزید صنعانی سے اور اس نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :(ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے)

اسرافیل، جو سور پھونکنے پر مامور فرشتہ ہے، خدا کی اجازت سے دو بار نرسنگھا پھونکے گا، پہلی بار دنیا اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کو ختم کرنے اور قیامت کے آغاز کے لیے زمین و آسمان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے لیے اور دوسری بار قبروں سے انسان اور دیگر مخلوقات کے اٹھنے اور محشر کی طرف جانے اور اعمال نامے حاصل کرنے اور خدا سے روبرو ہونے کے لیے ہے۔

(وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ۝ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ۝ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝۶۷وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ۝ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ

يَّنْظُرُوْنَ۶۸ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّہَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّہَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَہُمْ بِالْحَـقِّ وَہُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۶۹ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَہُوَاَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ۷۰ ۝) (سورة الزمر:67 تا 70)

ترجمہ: "اور انہوں نے خدا کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔ اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مُٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ اور وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔ اور جب صور پھونکا جاوے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بیہوش ہوکر گر پڑینگے مگر جس کو خدا چاہے۔ پھر دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو سب کھڑے ہوکر دیکھنے لگیں گے۔ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائیگی اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور بےانصافی نہیں کی جائے گی۔ اور جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ مل جائیگا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے۔"

لیکن قیامت کے دن کی سختیاں اکثر کفار کے لیے خاص ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں خدا کی آیات کا انکار کیا، درحقیقت انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، کیونکہ وہ کفر کرکے انہوں نے خود کو رب تعالیٰ کے قہر اور غضب اور عذاب کا مستحق بنا لیا تھا، حالانکہ دنیا میں ان کو ڈرایا گیا تھا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں: (وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰہُ ۭ ۝ وَكُلٌّ اَتَوْہُ دٰخِرِيْنَ۸۷ ۝ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُہَا جَامِدَۃً وَّہِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ ۝ صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ ۝ اِنَّہٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ۸۸ ۝)(النمل:87تا88)

ترجمہ: "اور جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور جو زمین میں ہیں سب گھبرا اُٹھیں گے مگر وہ جسے خدا چاہے۔ اور سب اس کے پاس عاجز ہوکر چلے آئیں گے اور تم پہاڑوں کو دیکھوگے تو خیال کرو گے کہ (اپنی جگہ)پر کھڑے ہیں مگر وہ (اُس روز) اس طرح اڑے پھرینگے جیسے بادل۔ (یہ) خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ بیشک وہ تمھارے سب افعال سے باخبر ہے۔"

(فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ۸ ۙ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ۹ ۙ ۝ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ۱۰ ۝)(سوره مدثر:8 تا 10)

ترجمہ: "جب صور پھونکا جائے گا۔ وہ دن مشکل کا دن ہوگا۔ (یعنی) کافروں پر آسان نہ ہوگا۔"

امام احمدؒ ابن عباس ؓسے نقل کرتے ہیں:وہ   آیت:"فَاِذَانُقِرَ فِی النَّاقُور"کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :تم اس وقت کیا کرو گے جب نرسنگھا پھونکنے کاذمہ دار اسے ہاتھ پکڑے، اپنی پیشانی کو آ گے لاکر اس پر پھونکنے کے لیے خدا کے حکم کا انتظار کررہا ہو؟

صحابہ ؓ نے پوچھا : اے اللہ کے رسول ہم کیا کہیں ؟فرمایا:(حسبنا اللہ، ونعم الوکیل، علی اللہ توکلنا)

ترجمہ: "اللہ ہمارے کافی ہے، اور کیا خوب کارساز ہے، ہم خدا پر یقین رکھتے ہیں"

پس پہلی بار صور پھونکنے پر موجودہ نظام تخلیق تباہ ہوجائے گا دھماکے کی شدت سے تمام موجودات مر جائیں گی، آسمان اور زمین اپنے فطری راستوں سے نکل جائیں گے اور ایک آن میں زلزلہ آئے گا، اور یہ تمام حوادث اور واقعات صرف آغاز ہوگا   خدا کی طرف واپسی اور حساب و کتاب کرنے کے لیے قیامت کے دن۔

پھر چالیس سال کی مدت کے بعد صور دوبارہ پھونکا جائے گا، اور تمام مُردے اٹھائیں جائیں گے   خواہ ان کی موت کا وقت کچھ بھی ہو، اور وہ حیران و پریشان ہوکر چاروں طرف دیکھیں گے ان تبدیلیوں کی وجہ سے جو انہیں نظام تخلیق میں نظر آئیں گی، اور یہ وہ جگہ ہے جہاں مجرم اپنی تباہی اور بدبختی اور روسیاہی کو دیکھ لیں گے اور دیوانوں کی طرح ادھر اُدھر بھاگیں گے، اور بالآخر ننگے بدن اور ننگے پاؤں محشر کی طرف روانہ کیے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کتنی خوبصورتی سے اس کو ایک جملے میں بیان فرماتے ہیں: (مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝۵۵)(سورہ طہٰ:55)

ترجمہ:"اسی (زمین)سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ نکالیں گے۔"

قیامت کے دن ضروری سوالات

انسانوں سے ان معبودوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جن کی وہ عبادت کرتے تھے، ان سے پوچھا جائے گا کہ پیغمبروں کی دعوت قبول کی تھی کہ نہیں، انسانوں سے ان کے کئے ہوئے اعمال اور دنیا میں جن نعمتوں سے

فائدہ اٹھایا تھا اور عہد و معاہدوں اور کان، آنکھ اور ان کے دلوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

1 - کفر اور شرک:

یہ نہیں بھولنا چاہیے، قیامت کے دن انسانوں سے جو اہم ترین سوال پوچھا جائے گا وہ کفر و شرک کے بارے میں ہوگا، ان سے ان کے معبودوں کے متعلق پوچھا جائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے : (وَقِيْلَ لَہُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۙ۝٩٢ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ۝ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ۭ۝٩٣)(سورة الشعراء:92 تا 93)

ترجمہ:"اور اُن سے کہا جائے گا کہ جن کو تم پوجتے تھے وہ کہا ہیں؟یعنی جن کو خدا کے سوا (پوجتے تھے)کیا وہ تمھاری مدد کرسکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں۔"

(وَيَوْمَ يُنَادِيْہِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝٦٢)(سورۃالقصص:62)

ترجمہ:"اور جس روز خدا ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہا ں ہیں جن کا تمھیں دعویٰ تھا۔"

(اے مشرکو!اب تو سارے حجاب اور پردے ہٹ چکے، اور حساب وکتاب کا وقت اور پکڑ دھکڑ اور بے بسی کا وقت آپہنچا ہے، اور پکارو ان بتوں اور جنوں اور انسانوں میں سے ان کو جنہیں تم خدا جیسا بنا کر عبادت کرتے تھے، تاکہ تمہیں الله کی پکڑ اور عذاب سے آزاد کردیں، انسانوں سے پوچھا جائے گا کہ وہ خدا کے سوا کس کی عبادت کرتے تھے، اور یہ کہ جانور اور مختلف عطیات باطل معبودوں کے لیے پیش کرتے تھے،پوچھے جائیں گے۔

(وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰہُمْ ۭ۝ تَاللّٰهِ لَتُسْـــَٔـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝٥٦) (سورة النحل:56)

ترجمہ:" اور ہمارے دئیے ہوئے مال میں سے ایسی چیزوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو جانتے ہی نہیں۔(کافرو) خدا کی قسم کہ جو تم افترا کرتے ہو اس کی تم سے ضرور پرسش ہوگی۔"

(وَيَوْمَ يُنَادِيْہِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٦٥ فَعَمِيَتْ عَلَيْہِمُ الْاَنْۢبَاۗءُ يَوْمَىِٕذٍ فَہُمْ لَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ۝٦٦ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓي اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝٦٧ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ وَيَخْتَارُ ۭ۝ مَا كَانَ لَہُمُ الْخِيَرَةُ ۭ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٦٨) (القصص:65 تا 68)

ترجمہ:"اور جس روز خدا ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا۔ تو وہ اس روز خبروں سے اندھے ہوجائیں گے اور آپس میں کچھ بھی پوچھ نہ سکیں گے۔ لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان

لایا اور نیک عمل کئے تو امید ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں ہو۔ اور تمھارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کرلیتا ہے۔ اُنکو اس کا اختیار نہیں ہے۔ یہ جو شرک کرتے ہیں خدا اس سے پاک و بالاتر ہے۔"

2 - انہوں نے دنیا میں کیا کیا ہے؟

انسان سے دنیا میں اس کے کئے ہوئے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا:

(فَوَرَبِّكَ لَنَسْــئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۹۲ۙ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۹۳۝) (سورۃ الحجر:92 تا 93)

ترجمہ:"تمھارے پروردگار کی قسم ہم اُن سے ضرور پرسش کریں گے۔ اُن کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔"

(فَلَنَسْــئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْــئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۶ۙ۝) (سورۃ الاعراف:6)

ترجمہ:"تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم اُن سے بھی پرسش کریں گے(کیا آسمان سے لائے گئے پیغام تمھاری طرف پہنچائے گئے تھے کہ نہیں ؟) اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے (کیا رب کا پیغام لوگوں تک پہنچایا کہ نہیں،(اور جواب میں لوگوں سے اس کے حکم کے بارے میں کیا سنا اور کیا دیکھا ؟)"

قیامت کے دن کوئی بھی ایک قدم ادھر اُدھر نہیں ہوسکتا، جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں نہ پوچھا جائے:

1 - اپنی عمر کے بارے میں کہ اس نے کہاں گنوائی ؟
2 - اپنے علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر کیا عمل کیا؟
3 - اپنے جسم کے بارے میں کہ کہاں کھپا یا ؟
4 - اپنے مال کے بارے میں کہاں سے کمایا اور کہاں لگایا؟

سنن ترمذی میں عبدا للہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لا تزول قدم ابن آدم يوم القيامة من عند ربه، حتي يسأل عن خمس: عن عمره فيم أفناه؟ وعن شبابه فيم أبلاه؟ وعن ماله من أين اكتسبه، وفيم أنفقه، وماذا عمل فيما علم)

"روز قیامت ابن آدم کے پاؤں اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے پاس سے نہیں کھسک سکیں گے، جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرلی جائے:

1 - اس نے اپنی عمر کہاں فنا کی؟
2 - اپنی نوجوانی کہاں کھپائی؟
3 - مال کہاں سے اور کیسے کمایا؟
4 - اور مال و دولت کہاں خرچ کی ؟

5 - اس نے اپنے علم کے مطابق کتنا عمل کیا ؟

مذکورہ حدیث میں جو قابل غور بات ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو مال و دولت جمع کرنے میں احتیاط کی طرف دعوت دے رہے ہیں اس لیے کہ انسان کا مال جتنا زیادہ ہوگا، اس کے مطابق اس کے بارے میں زیادہ پوچھ گچھ اور محاسبہ کا دورانیہ لمبا ہوگا۔

اور اس کا مال جتنا کم ہوگا، اس کے حساب کا وقت اتنا ہی کم ہوگا، اور اسے جلد از جلد جنت میں لے جایا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (إن فقراء المهاجرين يسبقون الأغنياء، يوم القيامة إلي الجنة بأربعين خريفا)"مہاجر فقراء جنت میں مالدار مہاجر وں سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے"

3 - وہ نعمتیں جن سے فائدہ حاصل کیا جاتا تھا :

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان نعمتوں کے متعلق جو انسان کو اس دنیا میں دی ہیں فرماتا ہے:(ثُمَّ لَتُسْـَٔـلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝)(التکاثر:8)

ترجمہ:"پھر اُس روز تم سے (شکرِ)نعمت کے بارے میں پرسش ہوگی"

مراد درج ذیل نعمتیں ہیں:

بھرا پیٹ، ٹھنڈا پانی، گھر اور رہائش، جسم اور روح کی ساخت میں توازن۔

سعید بن جبیر ؓ فرماتے ہیں کہ: حتی کہ شہد کے ایک گھونٹ کا بھی سوال کیا جائے گا۔

مجاہد کہتے ہیں: دنیا کی تمام لذتیں پوچھ گچھ اور حساب کتاب میں شامل ہوں گے۔

حسن بصری ؒ فرماتے ہیں:صبح و شام ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

ابن عباس ؓ کہتے ہیں:نعمت سے مراد ہے : جسم کی صحت، آنکھ اور کان،(تفسیر ابن کثیر:364/7)

نعمتوں کی جو قسمیں شمار کی گئیں وہ نعمتوں کی تشریح میں تنوع کی وجہ سے ہیں،وگرنہ خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں، ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا:
(وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۝) (سورہ ابراہیم:34)

بعض نعمتیں ضروری ہیں اور بعض نعمتیں تکملہ میں سے ہیں، اسی طرح نعمتوں کے سلسلے میں لوگ بھی ایک جیسے نہیں ہیں، لوگ ایک زمانہ میں ایسی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں گے جو نہ اس سے پہلے موجود تھیں اور نہ بعد میں ہونگی۔

ایک نعمت ایک علاقے میں پائی جاتی ہے جو دوسرے علاقے میں نہیں پائی جاتی، انسان کو ان تمام نعمتوں کے متعلق مسؤل قرار دیا گیا ہے۔

سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(إن أول ما يسأل العبد عنه يوم القيامة من النعيم أن يقال له: ألم نصح لک جسمک؟ ونروک من الماء البارد)
(مشكاة المصابيح:656/2):(1596)

قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں انسان سے جو سب سے پہلا سوال پوچھا جائے گا وہ یہ ہے:کیا تجھے صحیح اور سالم جسم نہیں دیا تھا ؟اور ٹھنڈے پانی سے تجھے سیراب نہیں کیا تھا ؟

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی عظیم اور قیمتی نعمتوں کو نہیں سمجھتے جو ان کو دی گئی ہیں، ایک گھونٹ پانی، اور ایک نوالہ کھانا،رہائش، بیوی اوربچے کی قدر نہیں جانتے، بلکہ صرف خوبصورت گھر، محلات، باغات اور نت نئی ماڈل کی گاڑیوں کو ہی نعمتیں سمجھتے ہیں۔

ایک شخص نےعبد اللہ بن عمرو بن العاص سے سوال کیا اور کہا:کیا ہم مہاجر فقراء میں سے نہیں ہیں، عبد اللہ نے اس سے پوچھا:تمہاری بیوی ہے کہ تو اس کے پاس جائے؟ کہا: ہاں ہے، پھر پوچھا: رہنے کے لیے گھر ہے؟ کہا: ہاں ہے، عبد اللہ بن عمرو نے کہا: پھر توتم مالداروں میں سے ہو، اس شخص نے کہا:اس کے علاوہ میرے کچھ نوکر بھی ہیں، عبد اللہ بن عمرو نے کہا:تو آپ کا شمار بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم:2285/4) اس کا نمبر:2979)

صحیح بخاری میں ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ) دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ اپنا نقصان کرتے ہیں : ایک تندرستی، دوسری فراغت۔

حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس نعمت کا شکر ادا کرنے اور اس کی قدر و قیمت جاننے میں کوتاہی کرتی ہے، اور اس کے مطابق اور تقاضا پر عمل نہیں کرتی، اور جو شخص اس کے مقتضا پر جو اس پر واجب ہے عمل نہ کرے وہ خسارے میں ہوگا۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :(لا بأس بالغني لمن اتقي الله عز وجل، والصحة لمن اتقي الله خير من الغني، وطيب النفس من النعيم)

"مال اس شخص کے لیے نقصان دہ نہیں جو اللہ سے ڈرنے والا(متقی) ہو، جب کہ متقی کے لیے صحت مال سے بہتر ہے، اور خوش گوار طبیعت اللہ کی نعمتوں میں سے ہے"

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یلقي (الرب) العبد فیقول: أي فُلان، ألم أکرمک، وأسودک، وأزوجک، وأسخر لک الخیل والإبل، وأذرک ترأس وتربع؟ فیقول: بلي، قال: فیقول: أفظننت أنک ملاقي؟ قال: فیقول: لا، فیقول: فإني أنساک کما نسیتني، ثم یلقي الثاني فیقول: أي فُل، ألم أکرمک، وأسودک، وأزوجک، وأسخر لک الخیل والإبل، وأذرک ترأس وتربع؟ فیقول: بلي، أي رب، فیقول: أفظننت أنک ملاقي؟ فیقول: لا، فیقول: فإني أنساک کما نسیتني، ثم یلقي الثالث، فیقول له مثل ذلک، فیقول: یا رب آمنت بک وبکتابک وبرسلک وصلیت وصمت وتصدقت، ویثني بخیر ما استطاع، فیقول: ههنا اذن.

قال: ثم یقال له: الآن نبعث علیک شاهداً علیک، ویتفکر في نفسه، من ذا یشهد علي؟ فیختم الله علي فیه، ویقال لفخذه ولحمه وعظامه: انطقي فتنطق فخذه ولحمه وعظامه بعمله. وذلک لیعذر من نفسه. وذلک المنافق الذي یسخط الله علیه)

"جب بندہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا، توحق تعالیٰ سوال کرے گا بندے سے: اے فلاں بندے!بھلا میں نے تجھ کو عزت نہیں دی، اور تجھے سردار نہیں بنایا، اور تجھ کو تیرا جوڑا نہیں دیا، اور گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا تابع نہیں کیا، اور تجھ کو چھوڑا کہ تو اپنی قوم کی ریاست کرتا، اور خوشحال رہتا؟ تو بندہ کہے گا:سچ ہے،"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تو حق تعالیٰ فرمائے گا : بھلا تجھ کو معلوم تھا کہ تو مجھ سے ملے گا ؟ سو بندہ کہے گا کہ نہیں، تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ہم بھی تجھ کو بھولتے ہیں (یعنی تیری خبر نہ لیں گے اور نہ تجھ کو عذاب سے بچائیں گے) جیسے تو نے ہم کو بھلایا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندے سے حساب کرے گا تو کہے گا :اے فلاں!بھلا میں نے تجھ کو عزت نہیں دی اور تجھ کو سردار نہیں بنایا، اور تجھ کو تیرا جوڑا نہیں دیا، اور گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا تابع نہیں کیا، اور تجھ کو چھوڑا کہ تو اپنی قوم کی سرداری کرتا، اور خوشحال رہتا؟ تو بندہ کہے گا:سچ ہے اے میرے رب!پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا :بھلا تجھ کو معلوم تھا کہ تو مجھ سے ملے گا ؟ تو بندہ کہے گا کہ نہیں، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا :سو میں بھی اب تجھے بھلا دیتا ہو، جیسے تو نے مجھ کو دنیا میں بھلایا تھا۔

پھر تیسرے بندے سے حساب کرے گا اس سے بھی اسی طرح کہے گا : اے رب! میں

تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر اور میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ دیا اسی طرح اپنی تعریف کرے گا جہاں تک اس سے ہوسکے گا، حق تعالیٰ فرمائے گا : دیکھ یہیں تیرا جھوٹ کھل جاتا

ہے،"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر حکم ہوگا اب ہم تیرے اوپر گواہ کھڑا کرتے ہیں،بندہ اپنے جی میں سوچے گا کہ کون مجھ پر گواہی دے گا، پھر اس کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور حکم ہوگا اس کی ران سے کہ بول، تو اس کی ران کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیں گی، اور یہ گواہی اس واسطے ہوگی تاکہ اس کا عذر باقی نہ رہے اس کی ذات کی گواہی سے، اور یہ شخص منافق یعنی جھوٹا مسلمان ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ غصہ کرے گا۔"

نعمت کے بارے میں سوال، دراصل ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا سوال ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں، جب بھی انسان شکر ادا کرتا ہے، درحقیقت اس نے نعمت کا حق ادا کردیا ہے، لیکن اگر وہ ناشکری کرے اور نعمت کی قدر نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب کرے گا۔

صحیح مسلم میں سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (إن الله ليرضي عن العبد أن يأكل الأكلة، فيحمده عليها، أو يشرب الشربة فيحمده عليها)

"بیشک اللہ تعالیٰ تو اپنے بندے سے اتنی بات پر راضی ہوجاتا ہے کہ وہ ایک لقمہ کھائے اور (اس پر) اس کی تعریف کردے یا پانی کا ایک گھونٹ پئے اور اس پر اللہ کی حمد و ثنا بیان کردے۔"

عہد اور میثاق:

خدا تعالیٰ لوگوں سے اس عہد کے متعلق جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے پوچھ گچھ کرے گا، آیت: (وَلَقَدْ كَانُوْا عَاہَدُوا اللہَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ۝ۭ وَكَانَ عَہْدُ اللہِ مَسْــــُٔـوْلًا۝١٥) (الاحزاب:15) ترجمہ:"حالانکہ پہلے خدا سے اقرار کرچکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور خدا سے (جو) اقرار (کیا جاتا ہے) اس کی ضرور پرسش ہوگی۔

ہر وہ عہد و معاہدہ جو جائز اور شرع کے مطابق ہو انسانوں کے درمیان طے ہوتا ہے،اس کو پورا کرنے یعنی اس پر وفا کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں بھی پوچھ گچھ ہوگی، فرماتے ہیں:(وَاَوْفُوْا بِالْعَہْدِ۝ۚ اِنَّ الْعَہْدَ كَانَ مَسْــــُٔـوْلًا۝٣٤)(الاسراء:34) ترجمہ:"اور عہد و میثاق (جو خدا یا لوگوں کے ساتھ باندھا ہے)پورا کرو، کیونکہ تم لوگوں سے (قیامت کے دن)عہد و میثاق کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

کان، آنکھ اور دل :

اللہ تعالیٰ انسانوں سے ان تمام باتوں کے بارے میں پوچھے گا جو باتیں انہوں نے کی ہیں، یہیں پر انسانوں کو بعیداز علم اور ثبوت کے بغیر گفتگو کرنے سے منع کیا ہے: (وَلَا تَــقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِہٖ عِلْمٌ۝ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

كُلُّ اُولٰٓـئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔوْلًا۳۶ ۝)(الاسراء:36)ترجمہ:"اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح)سے ضرور باس پرس ہوگی۔"

قتادہ فرماتے ہیں کہ:ان چیزوں کے متعلق جو تم نے دیکھا ہے، سنا ہے یا نہیں سنا ہے، جانتے یا نہیں جانتے کچھ مت کہنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سب کے بارے میں تجھ سے پوچھے گا۔

ابن کثیر کہتے ہیں :اس آیت میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے بغیر علم و سند اور ثبوت کے بات کرنے سے منع فرمایا ہے، حتیٰ کہ گمان اور شک والی بات کو بھی جائز نہیں کہا ہے :(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۝ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۝ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ۱۲ ۝)(سورة الحجرات:12)

ترجمہ:"اے اہل ایمان!بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کروگے (تو غیبت نہ کرو) اور خدا کا ڈر رکھو بیشک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

حدیث میں ہے کہ : (إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث) "بد گمانی سے بچتے رہو، کیونکہ بد گمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے"

سنن ابو داؤد میں ہے کہ :انسان کی سب سے بُری عادت یہ ہے کہ شک اور گمان سے بات کرے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ :(إن أفري الفري أن يري الرجل عينيه ما لم تريا) "سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ اپنی آنکھ کو وہ دکھائے جو اس نے دیکھا نہ ہو"

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ: (من تحلم حلماً كلف يوم القيامة أن يعقد بين شعيرتين وليس بفاعل) (تفسیر ابن کثیر: (308/4) "جو شخص ایسا خواب دیکھنے کا دعویٰ کرے، جو اس نے دیکھا نہ ہو، تو اسے جو کے دو دانوں کے درمیان گِرہ لگا کر جوڑنے کا پابند کیا جائے گا اور ہرگز (ایسا)نہ کر پائے گا"۔

صدق اللہ العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم

ترجمه وتفسیر « سورة الانشقاق »

تتبع ونگارش: امین الدین « سعیدی - سعید افغانی »
مدیر مرکز مطالعات ستراتیژیکی افغان
ومسؤل مرکزفرهنگی د حق لاره- جرمنی
ادرس :saidafghani@hotmail.com

Get more e-books from www.ketabton.com